Research Journal
Tahqeeqat
جلد:5، شمارہ:1، 2026ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

پنجاب اسمبلی میں فیض احمد فیض: انقلاب، انصاف اور امید کے اشعار

Faiz Ahmed Faiz in the Punjab Assembly: Poetry of Revolution, Justice, and Hope

Prof. Dr. M. Arshad Ovaisi
Ex HOD, Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore
Dr. Sumaira Akbar
Assistant Professor Department of Urdu, GCUF
Dr. Abdul Aziz Malik
Assistant Professor Department of Urdu, GCUF

پروفیسر ڈاکٹر محمد ارشد اویسی
سابق صدر نشیں شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر سمیرا اکبر
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر عبدالعزیز ملک
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

This article examines the political and rhetorical significance of Faiz Ahmed Faiz's poetry in the Punjab Assembly. Recognized as one of the most influential poets of the twentieth century, Faiz combined romanticism with revolutionary thought, articulating themes of social justice, resistance, and hope. The study explores how members of the Punjab Assembly have employed his verses to enrich parliamentary debates, express public grievances, and highlight issues such as inequality, oppression, and unfulfilled promises of independence. Through selected examples from assembly proceedings, the article demonstrates that Faiz's poetry functions as a powerful discursive tool, enhancing the emotional appeal and persuasive force of political speeches. It further argues that the continued relevance of his poetry reflects its universal and timeless nature. Ultimately, the article underscores the role of literary expression in shaping political consciousness and strengthening democratic values within parliamentary traditions.

Keywords: *Faiz Ahmed Faiz, Punjab Assembly, Revolutionary Poetry, Social Justice, Political Discourse, Parliamentary Debates, Resistance Literature, Democratic Values, Public Representation, Urdu Poetry*

کلیدی الفاظ: فیض احمد فیض، پنجاب اسمبلی، انقلابی شاعری، سماجی انصاف، سیاسی بیانیہ، پارلیمانی مباحث، مزاحمتی ادب، جمہوری اقدار، عوامی نمائندگی، اردو شاعری

فیض احمد فیض بیسویں صدی کے عظیم شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں جن کی شاعری نے رومانیت اور انقلاب کا حسین امتزاج پیش کیا۔ وہ طبقاتی جدوجہد، سماجی انصاف اور انسانی حقوق کے لیے ہمیشہ آواز بلند کرتے رہے۔ ان کی شاعری، جو ظلم و استحصال کے خلاف اور عوامی حقوق کے حق میں ایک مضبوط اور آفاقی پیغام رکھتی ہے، آج بھی سیاسی اور سماجی مسائل پر روشنی ڈالنے کے لیے واضح پیغام اور مؤثر ہے۔ پنجاب اسمبلی، جہاں عوامی نمائندے عوامی مسائل پر آواز بلند کرتے ہیں، فیض احمد فیض کے اشعار کا حوالہ دینے کا ایک اہم مرکز رہی ہے۔ ان کے کلام کو عوام کے نمائندے ان کے دکھ، طبقاتی تقسیم اور ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ اشعار نہ صرف سیاسی تقاریر کو جذباتی رنگ دیتے ہیں بلکہ مسائل پر توجہ دلانے میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

OPEN ACCESS · HEC · DRJI · ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE · اشاریہ اردو جرائد · EuroPub

فیض کے یہ اشعار اسمبلی میں عوامی جذبات اور سماجی مسائل کی عکاسی کے لیے خاص اہمیت رکھتے ہیں:

یہ داغ داغ اجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا، یہ وہ سحر تو نہیں

آزادی کے بعد بھی عوام کی ناامیدی اور نابرابری کی کیفیت کو بیان کرتے ہیں:

اے خاک نشینوں! اٹھ بیٹھو، وہ وقت قریب آ پہنچا ہے
جب تخت گرائے جائیں گے، جب تاج اچھالے جائیں گے

اس مقالے میں فیض احمد فیض کی شاعری پنجاب اسمبلی میں استعمال کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ تجزیہ کرنا ہے کہ کس طرح انقلابی اشعار عوامی مسائل کو اجاگر کرنے اور جمہوری اقدار کی حمایت کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان اشعار کی طاقت نہ صرف سیاسی منظر نامے کو متاثر کرتی ہے بلکہ عوامی شعور کو بیدار کرنے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔

فیض احمد فیض کی شاعری بیسویں صدی کی ایک اہم ثقافتی اور انقلابی آواز ہے، جو نہ صرف جمالیاتی طور پر پُرکشش ہے بلکہ اس میں سیاسی، سماجی اور ثقافتی حقوق کے لیے ایک مضبوط پیغام بھی مضمر ہے۔ فیض کی شاعری میں انقلاب، سماجی انصاف اور امید کے عناصر کا گہرا امتزاج پایا جاتا ہے۔ ان کے اشعار نے نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں عوامی شعور کو متاثر کیا۔ ان کی شاعری کی جڑیں سماجی حقیقتوں میں گہری ہیں، اور ان کی نظموں کو مختلف سیاسی و سماجی محاذوں پر استعمال کیا گیا۔ پنجاب اسمبلی میں، جہاں عوام کے نمائندے اپنے مسائل کی نشان دہی کرتے ہیں، فیض احمد فیض کے اشعر اایک طاقتور ذریعہ بن کر اُبھرے ہیں تاکہ عوام کے جذبات اور حقوق کے مسائل کو اجاگر کیا جا سکے۔ اس مقالے میں فیض احمد فیض کے اشعار کے پنجاب اسمبلی میں استعمال کا جائزہ لیا جائے گا اور یہ تحلیل کیا جائے گا کہ ان اشعار نے کس طرح انقلابی تقاریر کو تقویت دی اور عوامی مسائل پر روشنی ڈالی۔

فیض احمد فیض کی شاعری میں ہمیشہ انسانیت، سماجی انصاف اور انقلاب کا پیغام رہا ہے۔ ان کی نظم "یہ داغ داغ اجالا، یہ شب گزیدہ سحر" اس حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ آزادی کے باوجود، لوگوں کو مکمل انصاف اور برابر کے حقوق نہیں مل سکے۔ فیض کی یہ لائنیں نہ صرف تاریخ کی تلخ حقیقتوں کو بیان کرتی ہیں بلکہ اس میں ایک امید کی کرن بھی ہے کہ ایک دن یہ ظلم کا سیاہ پردہ اُٹھے گا اور ایک نیا سورج طلوع ہو گا۔

"آزادی کے بعد بھی عوام کی ناامیدی اور نابرابری کی کیفیت" ان کے اشعار میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ یہ اشعار اس بات کو اجاگر کرتے ہیں کہ آزادی کے باوجود عوام کی حالت میں تبدیلی نہیں آئی۔ یہی وہ اشعار ہیں جو پنجاب اسمبلی میں انقلابی تقاریر کا حصہ بنتے ہیں، کیونکہ وہ اس حقیقت کو سامنے لاتے ہیں کہ نظام میں موجود تضادات اور ناانصافیوں کو دور کرنے کے لیے مزید جدوجہد کی ضرورت ہے۔

فیض احمد فیض کی شاعری کا ایک اور مشہور اور انقلابی شعر "اے خاک نشینوں اٹھ بیٹھو، وہ وقت قریب آ پہنچا ہے" ہے۔ یہ شعر عوام کو بیدار کرنے اور ان میں حوصلہ پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس شعر میں ایک مضبوط انقلابی پیغام ہے جو عوامی حقوق کے لیے جدوجہد اور ظلم کے خلاف بغاوت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یہ شعر پنجاب اسمبلی میں خاص طور پر اس وقت گونجتا ہے جب عوامی نمائندے اپنے خطابات میں طبقاتی تقسیم، غربت اور معاشرتی ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔

اس شعر کا استعمال اس بات کا غماز ہے کہ فیض کی شاعری نہ صرف افراد کی بیداری کا سبب بنتی ہے بلکہ یہ جمہوریت اور حقوق کے تحفظ کے لیے ایک طاقتور ذریعہ بھی ہے۔ اس شعر میں "تخت گرائے جائیں گے" کا مفہوم صرف سیاسی طاقت کے خلاف بغاوت نہیں بلکہ عوامی تبدیلی اور ان

کے حقوق کے لیے جدوجہد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پنجاب اسمبلی میں اس طرح کے اشعار کا استعمال عوام کے حقوق اور جمہوریت کے دفاع میں ایک متحرک قوت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

راقم الحروف کی مرتبہ تصنیف "پنجاب اسمبلی میں شعر وشاعری" کے عنوان سے جو کم و بیش 600 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اردو، فارسی، عربی، ہندی، انگریزی، پنجابی اور گورمکھی کے اشعار، محاورے اور ضرب الامثال کو تاریخ وار مرتب کیا گیا اس کتاب کے متعلق ڈاکٹر عبیداللہ خان لکھتے ہیں:

"ان اکیاون سالوں میں ممبران پنجاب اسمبلی نے جن میں مختلف فرقوں کے لوگ شامل ہیں اپنی بات اور خیال کو وسیع اور موئثر بنانے کے لیے اردو، فارسی، عربی، پنجابی اور ہندی زبان کے اشعار کا دامن تھاما ہے۔ ان اشعار کے ذریعے معزز ارکان کی تقاریر میں تاثیر بھی پیدا ہوئی ہے اور یہ اشعار دوسروں کے لیے نشتر زنی اور طنز و مزاح کا سبب بھی بنے ہیں۔ معزز ممبران کی زبان سے نکلے ہوئے برجستہ ان اشعار نے نہ صرف ان کی تقریروں کو گل و گلزار بنا دیا ہے بلکہ ان اشعار نے ان کے مدِ مقابل کو ساکت و لاجواب بھی کر دیا اور اپنی قابلیت کا لوہا بھی منوایا۔ اس فطری صلاحیت نے پنجاب اسمبلی کی رو دادوں میں ہمیشہ کے لیے ان کے ناموں کو زندہ کر دیا ہے اور ہدایت بخشی ہے۔"[۱]

پنجاب اسمبلی کے مختلف ادوار رہے ہیں، قیامِ پاکستان سے پہلے سفید فام حکمرانوں کے دور میں کبھی یہ لیفٹیننٹ گورنر کی کونسل، کبھی یہ لیجسلیٹو کونسل اور کبھی یہ لیجسلیٹو اسمبلی اور آزادی کے بعد مغربی پنجاب کی صوبائی اسمبلی۔ اس اسمبلی کو پورے مغربی پاکستان کے منتخب نمائندوں کی میزبانی کا شرف بھی حاصل رہا ہے اور اب بھی یہ اسمبلی جمہوری اقدار و روایات کے فروغ میں فعال کردار ادا کر رہی ہے۔ پاکستان میں جمہوریت اور پارلیمانی روایات کے حوالے سے یہ قدیم ترین ادارہ ہے۔ عوام کی نمائندگی کرنے والے وقت کے تقاضوں کے مطابق اظہار خیال کرتے رہے اور اپنے بیان و کلام میں اثر آفرین پیدا کرنے کے لیے جابجا حسب ضرورت اشعار بھی استعمال کرتے رہے۔ یہ اشعار، محاورے اور ضرب الامثال پنجاب اسمبلی کی مباحث سے ماخوذ ہیں۔ ان مباحث کی اہمیت اور قدر و منزلت کے متعلق ڈاکٹر سید ابوالحسن نجمی لکھتے ہیں:

"پنجاب اسمبلی بھی ان خوش قسمت اداروں میں سے ایک ہے جہاں اعلیٰ پائے کے مدبر اور زیرک سیاست دان عوام کی نمائندگی کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں ان کے ٹھوس خیالات اور جامع نظریات کے انمول موتی اسمبلی مباحثات میں لکھے پڑے ہیں۔ مباحثات کے ضخیم مجموعے دراصل ویران، چٹیل اور سنگلاخ پہاڑ کی مانند ہوتے ہیں جو بظاہر بڑا بے ہنگم، بے ڈھب اور بے کار نظر آتا ہے مگر اس کی گہرائیوں میں قدرت کے گراں قدر خزانے پنہاں ہوتے ہیں۔ دنیا میں وہی اقوام خوش حال ترقی اور کامیابی کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہے جو ان خزانوں کی تلاش کرتی ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتی ہے ۔۔۔ بعینہ کسی بھی پارلیمنٹ کے مباحثات علم و دانش کے خزانوں سے بھرپور ہوتے ہیں اور ان سے بیش قیمت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے تاہم یہ اسی وقت ممکن ہے کہ مباحثات کے اس خزانے میں سے علمی سوچ کے انمول موتیوں کو تلاش کیا جائے اور ان کی روشنی سے اپنے مستقبل کی گھمبیر اور تاریک راہوں کو منور کیا جائے۔"[۲]

ان اشعار سے معزز اراکین کی علمی فکری اور جذباتی کیفیات کا بھی پتہ چلتا ہے اور اس طرح اس زمانے کے معاملات، وسائل اور حالات و واقعات سے آگاہی بھی ہوتی ہے جو رکن اسمبلی جتنا زیادہ حساس ہوتا ہے وہ اتنی ہی تیزی سے اشعار کا استعمال کرتا ہے اور جس شعر میں جتنا زیادہ خلوص شامل ہوتا ہے اس کے اثرات اتنے ہی ہمہ گیر اور دائمی ہوا کرتے ہیں اس طرح جس اشعار میں آفاقیت ہوتی ہیں ان کا زبان زدعام ہونا ایک فطری

امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رومی، جامی، حافظ، میر، غالب اور اقبال کے علاوہ جدید دور میں فیض اور فراز کے اشعار کو جو مقبولیت ملی ہے وہ انھی کا حصہ ہے اس طرح پارلیمانی سیاست میں اکبر الہ آبادی اور استاد دامن کے علاوہ بھی طنزیہ شاعری کرنے والے سپوتوں کی آواز تسلسل کے ساتھ سنائی دیتی ہے۔ جناب محمد حنیف رامے جو پنجاب کے وزیر خزانہ، وزیر اعلیٰ اور اسمبلی کے سپیکر بھی رہے۔ پنجاب اسمبلی میں شعر و شاعری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"شعر و شاعری ہمارے معاشرے اور ثقافت کا ایک ایسا جز ہے جس کے ذریعے سے ہم دریا کو کوزے میں بند کرنے کا کام کرتے ہیں۔ پنجاب اسمبلی کی تاریخ میں بڑے بڑے پارلیمانی اکابر کی شاندار اور معرکۃ الآرا تقاریر بہت اہمیت کی حامل ہیں لیکن ان اکابرین نے اپنی ان تقریروں میں مختلف موقعوں پر کن اشعار سے اپنے بیان میں زور پیدا کیا اور کس طرح اپنی طویل تقریروں کو ان اشعار کے ذریعے سے ہمیشہ کے لیے یادگار بنایا۔ وہ اس کتاب (پنجاب اسمبلی میں شعر و شاعری) ہی سے واضح ہو سکتا ہے۔"(۳)

جناب افتخار عارف، صدر نشین، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد نے "پنجاب اسمبلی میں شعر و شاعری" پر اپنے پیغام میں کہا:

"جناب محمد ارشد اویسی نے ایک بڑے دلچسپ اور منفرد موضوع پر تقریباً نصف صدی کے طویل عرصے پر محیط، پنجاب اسمبلی میں پڑھے جانے والے ان اشعار کو یکجا کیا ہے جو مختلف اراکین اسمبلی اور سیاسی میدان کے معروف حضرات نے اپنی تقاریر اور گفتگو کے دوران پڑھے۔ اسمبلی کے ریکارڈ سے ان اشعار کو اکٹھا کرنا اور پھر چھ سو صفحات کی ضخیم کتاب کی ابواب بندی بے شک ایک کٹھن کام تھا جو انتھک محنت سے کتابی صورت میں طبع ہو کر ہمارے سامنے ہے۔ فن تقریر اور خطابت کے شاہسواروں نے اکثر اپنی بات کو سامعین کے دلنشیں کرنے اور مؤثر بنانے کے لیے موقع و محل کے مطابق اشعار کی مدد سے اپنی تقریر کا جادو جگایا ہے اور پھر اسمبلی کے اندر تو مقررین کی اور زیادہ کوشش یہی ہوتی ہے کہ ان کی بات زیادہ مدلل اور مؤثر ہو جس کے لیے اشعار کی مدد لی جاتی ہے جو یقیناً ایک لحاظ سے مقرر کے ذوق شعری اور ذہانت کا امتحان بھی ہوتا ہے کیونکہ اشعار کا برمحل استعمال بذاتِ خود ایک نہایت مشکل کام ہے۔ اس کام پر اساتذہ کرام نے نظر ثانی بھی فرمائی۔ مجھے یقین ہے کہ جناب محمد ارشد اویسی کی یہ کاوش علمی و ادبی حلقوں کے علاوہ سیاسی حلقے میں بھی تحسین کی نظر سے دیکھی جائے گی۔ میں اس کام پر پیشگی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"(۴)

محمد آصف بھلی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ نے "پنجاب اسمبلی میں شعر و شاعری" پر اپنے پیغام میں کہا:

"اشعار کا برجستہ اور برمحل استعمال تقاریر کی دل کشی، حسن اور اثر پذیری میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔ اعلیٰ پایہ کی شاعری کا مطالعہ بھی بیان اور اس کی تاثیر میں ندرت و اعجاز کا موجب بنتا ہے، الفاظ کے درست استعمال کا پتہ چلتا ہے، مترادفات پر عبور حاصل ہوتا ہے اور تقریر میں جوش اور ولولہ ابھرتا ہے۔ پنجاب اسمبلی اور ون یونٹ کے دور میں مغربی پاکستان اسمبلی میں گزشتہ اکیاون برس میں جو تقاریر کی گئیں وہ اسمبلی کی طرف سے شائع کی جانے والی کتب میں محفوظ ہیں۔ ان کتب کو جب پنجاب یونیورسٹی میں میرے دور طالب علمی کے ایک مخلص، ہمدرد اور سراپا محبت دوست اور روشن دماغ محقق جناب محمد ارشد اویسی نے تحقیق اور کھوج کی کسوٹی پر رکھا، ان کا صفحہ بہ صفحہ مطالعہ کیا، اس بحر ذخار کی غواصی کی تو اشعار کے ایسے ایسے موتی تلاش کیے جن کا مطالعہ آپ کو دنوں نہیں بلکہ ہفتوں اور مہینوں تک مسحور رکھے گا۔ جناب محمد ارشد اویسی

کی کتاب "پنجاب اسمبلی میں شعر و شاعری" کے مطالعہ سے آپ پر یہ امر بھی عیاں ہو گا کہ کس کس رکن اسمبلی نے اپنے دل کی کیفیات اور سیاسی نقطہ نظر کو کس خوب صورتی اور سلیقہ کے ساتھ اشعار میں سمو کر اپنے ساتھی ارکان اسمبلی کے سامنے پیش کیا ہے گویا یہ کتاب پارلیمنٹ کے ارکان کے ادبی ذوق کا آئینہ اور محمد ارشد اویسی کے حسن تحقیق کا مظہر بھی ہے۔"(۵)

معزز اراکین پنجاب اسمبلی نے اپنی بات کو موثر اور مدلل بنانے کے لیے اور اپنی تقاریر میں حسن، ولولہ اور جوش پیدا کرنے کے لیے عظیم شاعر فیض احمد فیض کی شاعری کا دامن تھاما۔ ان کے اشعار سے اپنے خیالات کو مزین کیا۔ مباحث پنجاب اسمبلی سے ماخوذ فیض احمد فیض کے یہ اشعار پنجاب اسمبلی کی تاریخ کا ایک دلآویز خوب صورت اور دل نشیں حصہ ہیں جن سے اہلِ ذوق ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں گے۔ بہر حال یہ ادب کی تاریخ کا ایک خوب صورت گوشہ سیاق وسباق کے ساتھ آپ کے سامنے ہے۔

20مارچ1953ء کو پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی میں بجٹ برائے سال ۵۴۔۱۹۵۳ء عام بحث کے دوران ملک غلام نبی (کارپوریشن شہر لاہور۔ نمبر1 مسلم مخصوص نشست) نے کہا: جناب والا! تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔ یہ بجٹ جس پر آپ نے مجھے اظہار خیالات کا موقع عطا فرمایا ہے اس بد بخت پنجاب سے تعلق رکھتا ہے جو آج ایک نیم مردہ لاش کی طرح سسک رہا ہے اور جسے ہر طرف سے سیاسی گدھ چمٹے ہوئے ہیں جو اپنے زخموں کی تاب نہ لا کر موت کے قریب پہنچ چکا ہے اور جسے حاسدوں نے وہ مار دی ہے کہ اسے دست رحمت ہی سنبھالے تو سنبھل سکتا ہے۔ یہ ایک فاضل بجٹ ہے اگر یہ متوازن یا خسارے کا بجٹ بھی ہوتا تو شاید میں اس کے حسن وقبح پر کچھ کہنے کے لیے تیار نہ ہوتا۔ صرف اس لیے کہ یہ بجٹ آج ان عوام کے لیے بنایا جا رہا ہے جن کے دست و بازو شل کر دیئے گئے ہیں۔ جن میں اتنی سکت نہیں رہی کہ وہ اپنے دلوں میں بسنے والی بات کو کہہ سکیں۔ یہ اُس سر زمین کے لیے ہے جو اپنی شادابیوں سے محروم ہو چکی ہے۔ یہ ان عوام کے لیے ہے جو آج اپنے راہبروں کا ماتم کر رہے ہیں۔ یہ اس خطۂ زمین کے لیے ہے جہاں سے سیاسی شعور الوداع ہو چکا ہے۔ شاید جناب فیض نے ایسے ہی موقع کے لیے یہ شعر لکھا تھا:

یوں بہار آئی ہے امسال کہ گلشن میں صبا
پوچھتی ہے گزر اس بار کروں یا نہ کروں(6)

16مارچ1957ء کو ویسٹ پاکستان لیجسلیٹو اسمبلی میں بجٹ پر عام بحث میں انگریزی زبان میں اظہار خیال کرتے ہوئے میاں محمد شفیع (منٹگمری ڈسٹرکٹ) نے کہا:

"Sir, I want to begin my speech by quoting a verse from one of the greatest living poets of Urdu. He says.

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

"Sir, I cannot see how i can congratulate the Finance Minister on his presenting this soul.less planless Budget. I have gone through each page of this Budget very carefully and I have aslo studied the voluminous literature supplied to us along with the Budget speech and I must confess that to the best of my ability I have not come across any feature on which I could offer hearty, genuine felicitations and encomium to the Finance Minister. If, however, a Budget like this had been presented to the House in 1921 and I had been sitting on the right side of this House, I would have offered congratulations to Sir Henry Craik and Sir James Boyd. But in a free Country which has

achieved independence after making unprecedented sacrifices and built the country into a sovereign state.(7)

درج بالا شعر کو میاں محمد شفیع کے علاوہ 21 مئی 1986ء کو جناب فضل حسین راہی اور 22 اکتوبر 1987ء کو میاں ریاض حشمت جنجوعہ نے پنجاب اسمبلی کے اجلاس کے دوران اظہارِ خیال کرتے ہوئے پڑھا۔

23 جون 1967ء کو مغربی پاکستان صوبائی اسمبلی میں مغربی پاکستان بجٹ (جنرل) ۶۸۔۱۹۶۷ء پر عام بحث کے دوران چوہدری انور عزیز (سیالکوٹ) نے کہا: جناب والا! انسان بھی بڑی عجیب مخلوق ہے اور صحیح معنوں میں مجموعہ اضداد ہے اگر آپ اس کو دھن شیر میں بھی بیٹھنے دیں اور اس پر تمام دنیا کے آلام گر پڑیں تو پھر بھی وہ مسکرانے کا کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ ہی لیتا ہے۔ دوسری جانب اگر اس کو شنیل کی بنی ہوئی رضائی بھی اوڑھا دیں اور اس میں بھی اگر اسے بنولے کا ایک دانہ مل جائے تو وہ صرف اسی وجہ سے رونا شروع کر دیتا ہے۔ ہمارے اپوزیشن کے دوست اور بھائیوں کی بھی بالکل یہی کیفیت ہے:

کئی بار اس کا دامن بھر دیا حسن دو عالم سے
مگر دل ہے کہ اس کی خانہ ویرانی نہیں جاتی(8)

3 نومبر 1967ء دی ویسٹ پاکستان لینڈ ریونیو بل 1967ء کے حوالے سے سپیشل کمیٹی کی رپورٹ زیرِ بحث تھی (تیسری خواندگی) کہ میجر محمد اسلم جان کہہ رہے تھے کہ صدرِ مملکت نے جو زرعی اصلاحات نافذ کی ہیں اس طرح تو ان کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ گزارش پیش کی گئی تھی کہ جس زمیندار کی ساڑھے بارہ ایکڑ زمین یعنی Subsistence Holding ہو اس پر کوئی ٹیکس نہ لگایا جائے۔ اس سے جمع بندی وغیرہ کی بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ اسے نامنظور کیا گیا۔۔۔ جس آدمی کو آپ کہتے ہیں کہ تم بہت ہی بلند اخلاق ہو، تم مجسمہ اخلاق ہو اور تم ملک کی محبت سے سرشار ہو لیکن ادھر اُس سے کوئی لغزش ہوئی آپ نے کہا تم سے بڑا کوئی غدار نہیں ہے، تم سے بڑا کوئی ظالم نہیں ہے، تم سے برا کوئی آدمی نہیں ہے۔ جس نے غداریاں نہ کی ہوں اور اگر آپ کچھ بھی نہ کریں تو ۴۴ کے تحت اس کو بند کروا سکتے ہیں۔ اس لیے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ میں اس کے علاوہ کیا کہوں:

نثار میں تری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے(9)

درج بالا شعر 3 نومبر 1967ء کو میجر محمد اسلم جان نے دوبارہ پڑھا۔ ان کے علاوہ 15 جون 1987ء کو چودھری محمد صدیق سالار نے، 22 جون 1987ء کو میاں محمد افضل حیات اور 26 نومبر 1987ء کو جناب فضل حسین راہی نے اسمبلی کے اجلاس کے دوران میں اپنی تقاریر میں پڑھا۔

22 جون 1968ء کو مغربی پاکستان بجٹ برائے سال ۶۹۔۱۹۶۸ء اسمبلی میں زیرِ بحث تھا اور رائے منصب علی خان کھرل اظہارِ خیال کر رہے تھے: جناب والا! میں اس ایوان ذی وقار میں آج واشگاف الفاظ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ زندگی دینے والا اور زندگی لینے والا صرف خدا ہے۔ اور سجدہ بھی اسی کو جائز ہے اور ڈر اور خوف بھی اسی کا ہونا چاہیے۔ اس لیے میں یہ عرض کروں گا کہ ہم یہاں کسی چیز یا کسی خوف کی وجہ سے نہیں بیٹھے بلکہ اس لیے بیٹھے ہیں کہ ہم جن لوگوں کے ساتھ ہیں انہوں نے ملک اور قوم کی خدمت کی ہے۔ انہوں نے پاکستان کے وقار کو بلند کیا ہے (خوب۔ خوب) اور صدر ایوب نے پاکستان کو سیاسی اور معاشی استحکام بخشا ہے اور قائد اعظمؒ نے اگر حصول پاکستان کے لیے اپنی صحت کی بازی لگا دی تھی تو صدر ایوب نے بھی تعمیر پاکستان کے لیے اپنی صحت کی بازی لگا دی (خوب۔ خوب)۔ جناب والا! گورنر محمد موسیٰ نے سنہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں فوجوں کی قیادت کی تھی وہ جنگ ہماری بقاء اور ہماری عزت اور آزادی کی جنگ تھی۔ ہم اس میں سرخرو ہو کر نکلے۔ ہم نے دشمن کے

عزائم کو خاک میں ملا دیا اور اس کو منہ توڑ جواب دیا۔

جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم، تجھے یادگار بنا دیا(10)

9دسمبر1954ء میاں محمد شفیع (منٹگمری۔7۔ مسلم۔ مخصوص نشست) جناب صدر میں اپنی تقریر کا آغاز مسٹر فیض احمد فیض کے ایک مشہور شعر سے کرنا چاہتا ہوں:

اِک طرزِ تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اِک عرضِ تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے (۱۱)

میاں محمد شفیع نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا: حضورِ والا! یہ مسئلہ جو مسٹر گبن کی قرارداد کے پیشِ نظر اس معزز ایوان کے سامنے ہے، اس پر مختلف ارکان نکتہ طرازیاں کر چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کے انفرادی پہلوؤں کو مجھے نظر انداز کر دینا چاہیے کیونکہ مسٹر گبن "چچا صاحب" (مسٹر محبوب الٰہی) اور دیگر معزز ممبران ان پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔ میں ایک اور لحاظ سے اس کے متعلق اپنے خیال کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ درج بالا شعر (دستِ صبا، ص ۲۴، نسخہ ہائے وفا، ص ۱۲۰)
'روایت غزل کی ہے مگر عنوان لوح و قلم ہے' اس کا مطلع:

ہم پرورشِ لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

16مارچ1955ء کو پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے بجٹ اجلاس میں بجٹ پر عام بحث پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے چودھری محمد افضل چیمہ (لائل پور۔9۔ مسلم) نے کہا: حضورِ والا! میں اپنی گزارشات کا آغاز فیض احمد فیض کے ان اشعار سے کرنا چاہتا ہوں:

یہ داغ داغ اجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں
جگر کی آگ، نظر کی امنگ، دل کی جلن
کسی پہ چارہ ہجراں کا کوئی اثر ہی نہیں
ابھی گرانی شب میں کمی نہیں آئی
نجات دیدہ ٔدل کی گھڑی نہیں آئی

اشعار پڑھنے کے بعد چودھری محمد افضل چیمہ نے کہا کہ جنابِ والا! معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہمارے اربابِ حل وعقد قیامِ پاکستان کے اصل مقصد کو یکسر فراموش کر گئے ہیں۔ اس حقیقت کی طرف اس سے پیشتر بھی کئی مرتبہ اربابِ اقتدار کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے اور اب میں توجہ اس طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں۔ جنابِ والا! قیامِ پاکستان کا اصل مقصد و مدعا یہ تھا کہ اس ملک میں ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل کی جائے تا کہ عوام اپنی قابلِ فخر و مایہ ناز روایات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور قرآن و سنت کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو ڈھال سکیں۔۔۔ میں تو یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہمارا قافلہ اپنا متعینہ رستہ بھول گیا ہے۔(۱۲)

2فروری1973ء کو پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں کرنل محمد اسلم خان نیازی نے صوبے میں امنِ عامہ اور عام نظم و نسق کی صورتِ حال پر بحث

میں حصہ لیتے ہوئے کہا: جنابِ سپیکر! عرض ہے:

زندگی کون تیرے غم کی مسیحائی کرے
لوگ عیسیٰ کو بھی سولی پر چڑھا دیتے ہیں
یہ پژمردہ کلیاں یہ افسردہ غنچے
نہ جانے انھیں تازگی کب ملے گی

آج ہمارے سامنے لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ درپیش ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ تمام حضرات مضمون سے ذرا باہر باہر رہے ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ اس مضمون پر آ جاؤں مگر اب کہنے کا وطیرہ ہو گیا ہے کہ لا اینڈ آرڈر Maintain کرنا حکومت کا ذمہ ہے۔ کرنل محمد خان نیازی نے مزید کہا کہ حزبِ اختلاف کا بھی تو فرض ہے کہ ہاتھ بٹائیں بجائے اس کے کہ انھوں نے اتنے حملے کیے۔ اگر وہ اس کی بجائے کوئی تعمیری پروگرام پیش کرتے تو کتنا اچھا ہوتا اور فیض احمد فیض کا یہ شعر پڑھا:

ہر چارہ گر کو چارہ گری سے گریز تھا
ورنہ ہمیں جو دکھ تھے، بہت لا دوا نہ تھے(13)

24 فروری 1973ء، ڈاکٹر حلیم رضا

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

یہ شعر ڈاکٹر حلیم رضا کے علاوہ 6 جون 1973ء کو وزیرِ اطلاعات چودھری ممتاز احمد کاہلوں، 18 نومبر 1975ء کو مسٹر سپیکر رفیق احمد شیخ، 14 اپریل 1976ء کو وزیرِ خزانہ ڈاکٹر عبدالخالق، 15 اکتوبر 1985ء کو وزیرِ قانون، 23 اکتوبر 1986ء اور 20 اکتوبر 1987ء کو وزیرِ صنعت جناب غلام حیدر وائیں، 25 جنوری 1988ء کو راجہ خلیق اللہ خاں نے پڑھا۔ سیاق و سباق کے حوالے سلسلے میں مختصر سا جائزہ:

استحقاق کی تحریکیں پنجاب اسمبلی کے اجلاس (24 فروری 1973ء) میں زیرِ بحث تھیں کہ ڈاکٹر حلیم رضا نے کہا کہ حضورِ والا! میں بار ہا آپ کی توجہ کا منتظر رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا استحقاق مجروح ہوتا ہے کہ میں بار بار کھڑا ہوتا ہوں اور مجھے موقع نہیں دیا جاتا۔۔۔۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم حزبِ اقتدار میں بیٹھنے کے باوجود بات کرنے کو ترستے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں:

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

۔۔۔۔ڈاکٹر حلیم رضا نے مزید کہا کہ اخبارات میں ریڈیو میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اسمبلی میں صرف حزبِ اختلاف کے ارکان ہی بحث میں حصہ لیتے ہیں۔ تمام پر کارروائی وہ کرتے ہیں اور محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم لوگ سو چکے ہیں یا ہم لوگ نیند میں پڑے ہوئے ہیں۔ خدا کے لیے ہمارا بھی یہ استحقاق ہے کہ اسمبلی کی کارروائی میں حصہ لیں۔(14)

6 جون 1973ء کو مسودہ قانون مغربی پاکستان پریس اینڈ پبلیکیشن (پنجاب ترمیم) بابت 1973ء پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں زیرِ بحث تھا۔ عام بحث کو سمیٹتے ہوئے چودھری ممتاز احمد کاہلوں وزیرِ اطلاعات نے درج بالا شعر پڑھا۔(۱۵)

مسودہ قانون بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن پنجاب مصدرہ 1975ء پر بحث جاری ہے۔ اراکین اسمبلی اس مسودہ قانون پر اظہارِ

خیال کر رہے ہیں تو ایک موقع پر جناب سپیکر نے کہا کہ اصولوں پر بحث کے دوران اصولوں پر ہی بحث ہو سکتی ہے۔۔۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ کچھ اس بل کا بھی ذکر ہو جائے کہیں یہ نہ ہو کہ۔ جناب سپیکر نے درج بالا شعر پڑھا۔[۱۶]

آئین میں متذکرہ قرارداد۔ غیر ملکی سیاحوں کی سہولت کے پیشِ نظر ہوٹلوں اور ریستورانوں کے معاملات کو منضبط کرنے کے لیے قانون وضع کرنے سے متعلق وزیرِ خزانہ (ڈاکٹر عبدالخالق) نے 14 اپریل 1976ء کو اسمبلی کے اجلاس میں پیش کی اور کہا کہ آج جس قرارداد کو اس ہاؤس میں پیش کیا گیا ہے، مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں اس کے ساتھ وہ حال نہ ہو جو کہتے ہیں:

وہ بات ان کو بڑی ناگوار گزری ہے
جس کا ذکر سارے فسانے میں نہ تھا

اس پر سید تابش الوریٰ نے کہا ویسے آپ اسے "بڑی ناگوار گزرے گی" پڑھیں۔[17]

اسمبلی سیکرٹریٹ کی علیحدگی کے حوالے سے چودھری محمد اعظم چیمہ نے تحریرِ استحقاق پیش کی اور اظہارِ خیال بھی کیا۔ ایک موقع پر وزیرِ قانون نے زیرِ موضوع شعر پڑھا۔[18] وزیرِ صنعت جناب غلام حیدر وائیں نے ایک تحریکِ استحقاق جو اسمبلی میں زیرِ بحث تھی، کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے درج بالا شعر پڑھتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔[19] صوبائی اسمبلی پنجاب کے اجلاس میں استحقاق کی تحریک زیرِ بحث تھی۔ جناب فضل حسین راہی، جناب محمد صدیق انصاری اور جناب طاہر احمد شاہ اظہارِ خیال کر رہے تھ۔ وزیرِ صنعت جناب غلام حیدر وائیں نے زیرِ موضوع شعر پڑھ کر حکومت کی طرف سے نکتہ نظر بیان کیا۔[20]

مسودہ قانون (ترمیم دوم) مقامی حکومت پنجاب مصدرہ 1988ء پر ہونے والی بحث میں سید طاہر احمد شاہ بلدیاتی انتخابات اور بلدیاتی اداروں کے سربراہان اور نائب سربراہان کے حوالے سے اپنا نکتہ نظر تفصیل سے بیان کر رہے تھے کہ راجہ خلیق اللہ خاں (وزیر قانون) نے جناب سپیکر کو مخاطب ہو کر کہا کہ میں جناب کی وساطت سے محترم شاہ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ نے amending act کا متن دیکھ لیا ہو گا کیا اس میں یہ بات ہے جو آپ کر رہے ہیں کیا کوئی اس کا تذکرہ ہے۔ پھر یہ زیرِ موضوع شعر پڑھا۔[۲۱]

پنجاب کا میزانیہ بابت سال ۷۵۔۱۹۷۴ء پر عام بحث کے دوران مسٹر ایس ایم مسعود نے کہا کہ جس وقت وزیرِ خزانہ نے فجر کی قسم کھا کر اس ایوان کے سامنے اس صوبہ کا آئندہ بجٹ رکھا تو انھوں نے فجر کی قسم کھاتے ہوئے یہ کہا کہ وہ ایسے مقام پر کھڑے ہیں جہاں روشنی اندھیروں سے جدا ہوتی ہے ۔جب وہ یہ بات اس ایوان کے سامنے کہہ رہے تھے تو میری نظر ماضی کی طرف لوٹ گئی اور وہ وقت یاد آیا جب میں 15 اگست 1947ء کو پاکستان کے جھنڈے تلے پہلی مرتبہ کھڑے ہو کر اس ملک میں ایک نئی فجر کو طلوع ہوتے دیکھ رہا ہوں۔ ہمیں خیال تھا کہ یہ وہ فجر ہے جو اسلامیانِ ہند کی جدوجہد آزادی کے طور پر نمودار ہوئی ہے۔۔۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت اور ایک عظیم الشان مملکت میں تبدیل ہو جائے گی لیکن بدقسمتی سے وہ لوگ جو میر کارواں تھے وہ لوگ جن پر قوم کی ذمہ داری ڈالی گئی تھی انھوں نے اپنی ہی قوم کو لوٹنا شروع کر دیا۔ انھوں نے اپنے اس قافلے پر ڈاکہ ڈالنا شروع کر دیا اور پھر ایک وقت آیا کہ جب قوم کی اس قدر ابتر حالت ہو گئی کہ یہاں سے یہ آواز اٹھی:

یہ داغ داغ اجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا، یہ وہ سحر تو نہیں[22]

حکمتِ عملی کے اصولوں کی بابت رپورٹ ایوان میں زیرِ بحث ہے کہ جناب رؤف طاہر نے اپنے خیالات کے اظہار کے آغاز میں جناب سپیکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، آپ کی نذر کرتا ہوں:

اے خاک نشینو! اُٹھ بیٹھو وہ وقت قریب آ پہنچا ہے
جب تخت "اکھیڑے" جائیں گے سب تاج اچھالے جائیں گے

سپیکر نے اس شعر کی تصحیح کرتے ہوئے کہا اس شعر میں لفظ "گرائے" ہے "اکھیڑے" نہیں۔ اس پر رؤف طاہر نے جواباً کہا کہ چلو آپ اکھاڑ دیں اور اگر اکھاڑ نہیں سکتے تو گرا ہی دیں۔ (۲۳)

پنجاب کا میزانیہ بابت سال ۷۷۔۱۹۷۶ء پر عام بحث کے دوران محترمہ حسینہ بیگم کھوکھر نے خطاب کرتے ہوئے کہا: جنابِ اسپیکر! میں اپنے فرض سے کوتاہی کروں گی اگر میں سب سے پہلے آپ کے متعلق کچھ نہ کہوں۔ جناب سپیکر! جس انداز سے جس ثابت قدمی سے جس تدبر سے آپ نے اسمبلی کی کارروائی کو چلایا وہ صرف آپ کا حصہ تھا اور خاص طور پر خواتین کے ساتھ برادرانہ سلوک کیا ہے۔ میں اس کے لیے مشکور ہوں اور آپ کو سلام کہتی ہوں۔ جناب سپیکر! مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے:

تفریق کاروانِ محبت تو دیکھیے
کچھ کارواں کے ساتھ تو کچھ کارواں سے دور

اور پھر میری اپنے عظیم قائد سے التجا ہے:

ہر چارہ گر کو چارہ گری سے گریز تھا
ورنہ ہمیں جو دکھ تھے بہت لا دوانہ تھے (24)

پنجاب کا میزانیہ برائے ۷۸۔۱۹۷۷ء زیرِ بحث ہے۔ مسٹر خالد الطاف لطیفی بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ میزانیہ زیرِ بحث کے خالق کو میں ہدیۂ تحسین و تہنیت پیش کرتا ہوں۔ یہ بجٹ شفق رنگ بھی ہے اور لہو رنگ بھی۔۔۔ اب میں اپنے حلقے کے مسائل کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اگرچہ مجھے پتہ ہے کہ وسائل کم ہیں:

اِک طرزِ تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اِک عرضِ تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے (۲۵)

زراعت سے وابستہ افراد کا زرعی یونیورسٹی میں داخلی کے حوالے سے سردار زادہ سید ظفر عباس نے ایوان میں قرار داد پیش کی اور قرار داد کے حق میں دلائل دے رہے تھے کہ محترمہ شاہدہ یاسمین ملک صاحبہ کرسی صدارت پر متمکن ہوئیں۔ اراکینِ اسمبلی نے اس مرحلہ پر مبارک باد پیش کی۔ ایک معزز رکن نے اس خواہش کا اظہار کی کہ وہ کوئی شعر کہیں تو بیگم بشریٰ رحمان نے کرسی صدارت پر متمکن محترمہ شاہدیاسمین ملک کے لیے کہا:

رنگ پیراہن کا، خوشبو زلف لہرانے کا نام
موسم گل ہے تمھارے بام پر آنے کا نام (26)

گنے کی قیمت میں ناکافی اضافہ کے حوالے سے تحریک التوائے کار میاں ریاض حشمت جنجوعہ نے پیش کی اور اس ضمن میں کہا پنجاب کے کاشت کاروں نے متفقہ طور پر وفاقی حکومت کی طرف سے گنے کی قیمتی میں کیے گئے اضافے کو مسترد کر دیا اس لیے میں سمجھتا ہوں۔۔۔ کہ میری یہ

تحریک التوائے کار زیرِ بحث آنی چاہیے۔ اس تحریکِ التوا کے حوالے سے وزیرِ زراعت، جناب طاہر احمد شاہ، مخدوم زادہ سید حسن محمود، وزیرِ قانون میاں محمد اسحاق، جناب فضل حسین راہی، محترم ڈاکٹر شیلابی چارلس نے اس بحث میں حصہ لیا۔۔۔۔ تحریک مسترد کر دی گئی۔ پوائنٹ آف آرڈر پر میاں ریاض حشمت جنجوعہ نے فیض احمد فیض کے یہ اشعار پیش کیے:

مقتل میں نہ مسجد نہ خرابات میں کوئی
ہم کس کی امانت میں غم کار جہاں دیں
شاید کوئی ان میں سے کفن پھاڑ کے نکلے
اب جائیں شہیدوں کے مزاروں پہ اذاں دیں(27)

تحاریک التوائے کار ایوان میں زیرِ بحث تھیں۔ میاں ریاض حشمت جنجوعہ کی تحریک التوا کار وزرا اور سرکاری حکام کے دورے پر اخراجات کے حوالے سے تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ معاملہ یہ ہے کہ اعلیٰ سرکاری حکام اور وزرا جب دوروں پر جاتے ہیں تو بالحاظ عہدہ اور منصب سرکاری آرام گاہوں پر قیام پذیر ہوتے ہیں جہاں ان کے اور ان کے ہمراہ عملے کے طعام کا انتظام مقامی ضلعی انتظامیہ کو کرنا پڑتا ہے چنانچہ ضلعی انتظامیہ بر فرضِ محکمہ مال کے قانون گوؤں اور پٹواریوں کے سپرد کر دیتی ہے اور اس طرح ان اعلیٰ سرکاری حکام کی لذت طعام و دھن کے لیے پر تکلف کھانوں پر اٹھنے والے ہزاروں روپیہ کے اخراجات محکمہ مال کے عملے کو ادا کرنے پڑتے ہیں جو بعد میں یہ اخراجات پورے کرنے کے لیے مفلوک الحال کاشتکاروں کے نحیف جسموں میں چھرے گھونپتے ہیں۔ اس کے بعد اس تحریک کے حوالے سے وزیرِ قانون امیر ظفر اللہ خاں، چودھری محمد صدیق سالار، مخدوم زادہ میر حسن محمود، وزیر صنعت رانا پھول محمد خاں، چودھری محمد اعظم نے اپنا اپنا نکتہ نظر بیان کیا۔ ازاں بعد ایک اور تحریکِ التوا جو سرکاری ہسپتالوں میں سبز چارجز کے حوالے سے تھی۔ میاں ریاض حشمت جنجوعہ کہہ رہے تھے کہ مقام تعجب ہے کہ جب اس ایوان کے ارکان کو ہارس اینڈ کیٹل شو کے کارڈ نہیں ملتے ہیں تو وہ سراپا احتجاج بن جاتے ہیں لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج جبکہ نادار مریض بستر علالت پر پڑے تڑپ اور سسک رہے ہیں اور ان کے پاس چونکہ پیسے نہیں ہیں اس لیے وہ لوگ ہسپتال میں داخل نہیں ہو سکتے ہیں، ان کی چیخیں اور ان کی فریادیں اس ایوان کی پختہ دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر واپس لوٹ رہی ہیں۔ جنابِ والا! اگر ہم نے عوام کے مسائل کے بارے میں یہی طرزِ عمل اختیار کیا تو پھر وہ دن دور نہیں جب کروڑوں غریب عوام کے ہاتھ ہمارے گریبانوں کی طرف بڑھیں گے اور پھر____:

کوئی نہ ہو گا جو بچا لے
جزا سزا سب یہیں پہ ہو گی
یہیں عذاب و ثواب ہو گا
یہیں سے اٹھے گا شورِ محشر
یہیں پہ روزِ حساب ہو گا(۲۸)

"حزبِ اختلاف کے ارکان کے خلاف کارروائی کی کھلی دھمکی" کے عنوان کے تحت تحریکِ استحقاق ایوان میں زیرِ بحث ہے۔ جنابِ فضل حسین راہی اس ضمن میں کہہ رہے تھے کہ وزیرِ اعلیٰ کے دھمکی آمیز بیان سے میرے ان فرائض کی ادائیگی میں جو صوبائی اسمبلی میں اپوزیشن گروپ کا رکن ہونے کی حیثیت سے اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنے ضمیر کے مطابق اس صوبہ کے عوام کے حقوق کے تحفظ کے لیے ادا کر رہا ہوں، رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے اور آئین کے تحت مجھے میرے حلقہ نیابت کی نمائندگی کرنے اور وہاں کی عوام کے لیے ترقیاتی منصوبے

تجویز کرنے کا جو آئینی حق حاصل ہے وہ بھی چھین لیا گیا ہے۔ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے اس بیان سے نہ صرف میرا بلکہ بہت سے دوسرے ارکان اسمبلی کا استحقاق پامال ہوا ہے لہٰذا استدعا ہے کہ اس سنگین اور مخصوص معاملہ کو زیرِ بحث لایا جائے کیونکہ یہ پنجاب اسمبلی کی فوری مداخلت کا متقاضی ہے۔

فصیل آتش و آہن بہت بلند سہی
بدلتے وقت کی رفتار کون روکے گا
نئے خیال کی پرواز روکنے والو
بھلا عوام کی تلوار کون روکے گا

اسی تحریکِ استحقاق پر بات کرتے ہوئے جناب فضل حسین راہی نے مزید کہا کہ جناب والا ان کا یہ دھمکی آمیز رویہ اہلِ پنجاب کے لیے رنج والم اور غم و غصہ کا باعث بنا ہے لیکن ہم اہلِ پنجاب کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ کسی وزیرِ اعلیٰ کی دھمکیوں میں نہیں آئیں گے:

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزری ہے رقم کرتے رہیں گے [۲۹]

سی ایم ایچ بہاول پور میں ڈاکٹروں اور سٹاف کی مریضوں سے عدم توجہی، کا معاملہ زیرِ بحث ہے کہ بیگم بشریٰ رحمان نے کہا:

وقف حرمان و یاس رہتا ہے
دل ہے اکثر اداس رہتا ہے
تم تو غم دے کر بھول جاتے ہو
مجھ کو احسان کا پاس رہتا ہے [30]

☆ مفادِ عامہ سے متعلق قراردادیں بوجوہ ایوان میں زیرِ بحث نہ آئیں جناب سپیکر نے اس پر کہا کہ ہاؤس کی مرضی سے یہ فیصلہ ہوا کہ قراردادوں کو آج ٹیک اپ نہیں کیا جائے گا۔ یہ فیصلہ ہو چکا۔ سردار حسن اختر اس حوالے سے کہہ رہے تھے کہ میں اس پر دومنٹ بات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ یہ وزرا اگر سمجھتے ہیں کہ یہ سدا انھی کرسیوں پر بیٹھے رہیں گے تو یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ جنابِ والا! وہ وقت جلد آجائے گا۔ میں یہ بات کہتے ہوئے باہر جارہا ہوں کہ:

اے خاک نشینو! اُٹھ بیٹھو، وہ وقت قریب آپہنچا ہے
جب تخت گرائے جائیں گے، جب تاج اچھالے جائیں گے [۳۱]

☆ چودھری محمد صدیق سالار صوبائی بجٹ پر اظہار کر رہے تھے کہ میں اس بجٹ پر جس طرح ایک رسمی مبارک باد پیش کی جاتی ہے اس طرح نہیں کہوں گا۔ میں واقعات سے یہ ثابت کروں گا کہ جناب چیف منسٹر کے حکم سے اس بجٹ کو دیہاتوں تک لے جایا جارہا ہے جو ہمارے ملک کی 80 فی صد آبادی پر مشتمل ہے۔ دیہاتوں کی وہ محرومیاں جو صحت وصفائی اور تعلیم جوانوں کو میسر نہیں تھی وہ اس بجٹ کے اندر نہایت محنت سے اسے پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی میں اپنے شہر (فیصل آباد) کی بات کروں گا کہ میرا شہر جو ہے وہ میرا وطن ہے:

نثار میں تری گلیوں پہ اے وطن کہ جہاں [32]

☆ میزانیہ بابت 88-1987ء پر بحث جاری ہے۔ میاں ریاض حشمت جنجوعہ نے ایک موقع پر کہا: والیان اقتدار کی رہائش گاہوں کے اردگرد

پھیلے وسیع سبزہ زار، جدید سہولتوں سے مزین پارک، یہ آسمان کی وسعتوں کو چھوتے ہوئے فوارے، یہ کارپیٹڈ سڑکیں اور ان پر اٹھنے والے کروڑوں روپے کے اخراجات کے لیے کیا وزیرِ خزانہ اس ایوان کے سامنے جوابدہ ہیں یا کوئی اور ہے؟ میں ان سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب ان کروڑوں روپے کے اخراجات کا حساب مانگنے والے عوام کا جمِ غفیر اس ایوان کے باہر کھڑا ہو گا اور اس وقت بقول فیض:

اٹھیں گے جب جسم سر فروشاں
پڑیں گے دار و رسن کے لالے
کوئی نہ ہو گا کہ جو بچا لے
جزا سزا سب یہیں پہ ہو گی
یہیں عذاب و ثواب ہو گا
یہیں سے اٹھے گا شورِ محشر
یہیں پہ روزِ حساب ہو گا(۳۳)

☆ مطالبات زرِ بابت سال88-1987ء پر بحث اور رائے شماری جاری ہے۔ میاں محمد افضل حیات نے اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جہاں پر سیاست میں مخالفت زیادہ شدت اختیار کر جاتی ہے تو پھر ایسے اداروں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ جنابِ والا! یہ اخراجات اس لیے نہیں کیے جا رہے کہ اس سے عوام کو کوئی سہولت ہو گی، اس سے ان کے جان و مال کی حفاظت ہو گی بلکہ یہ اخراجات تو اس لیے کیے جا رہے ہیں:

چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے(۳۴)

جناب پیٹر گل نے تحریکِ استحقاق پیش کرتے ہوئے کہا کہ معاملہ یہ ہے کہ وزیرِ قانون و تعلیم جناب راجہ خلیق اللہ خاں کے مشنری اداروں کی واگزاری کے بارے میں بیان دیتے ہوئے فرمایا کہ "سب سے بڑا نقطہ نظر جو ہے وہ نظریاتی اساس ہے۔ ہم اس کو ہر حالت میں بحال رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کی واپسی سے پاکستان کے نظریاتی اساس پر ٹھیس پہنچے گی۔۔۔ جنابِ والا! وزیرِ قانون و تعلیم کے اس بیان سے نہ صرف میرا اور اقلیتی نمائندوں کا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہٰذا میری اس تحریکِ استحقاق کو ایوان میں زیرِ بحث لایا جائے۔ وزیر قانون و پارلیمانی امور نے اس تحریک کا تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا:

مقام، فیض کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے(۳۵)

حکمتِ عملی کے اصولوں پر بحث میں حصہ لیتے ہوئے میاں ریاض حشمت جنجوعہ کہہ رہے تھے کہ اقتدار نے نورتنوں کی پرورش شروع کر رکھی ہے اور وہ نورتن جو ہر دور میں سرکار کی خدمت کرتے چلے آئے ہیں اور وہ اپنے آقائے ولی نعمت کی خوشامد میں اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں:

مقتل میں نہ مسجد نہ خرابات میں کوئی
ہم کس کی امانت میں غمِ کارِ جہاں دیں
شاید کوئی ان میں سے قبر پھاڑ کے نکلے
اب جائیں شہیدوں کے مزاروں پہ اذاں دیں(36)

22اکتوبر 1987ء، میاں ریاض حشمت جنجوعہ:

اب بوئے گُل نہ بادِ صبا مانگتے ہیں لوگ
وہ حبس ہے کہ لو کی دُعا مانگتے ہیں لوگ

میڈیکل کالجوں میں داخلے کے معاملے میں لڑکیوں سے غیر مساوی سلوک کی بنا پر آئین کے آرٹیکل نمبر 25، 34 اور 37 کی خلاف ورزی کے حوالے سے سید طاہر احمد شاہ کی تحریکِ استحقاق اسمبلی میں زیرِ بحث تھی۔ اس ضمن میں میاں ریاض حشمت جنجوعہ نے جوش ملیح آبادی کا درج بالا شعر پڑھنے کے بعد کہا: ذی جاہ ذی وقار جناب سپیکر! آپ میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ہماری تاریخ آئین کی خلاف ورزیوں، روگردانیوں اور اقتدار کی کش مکش سے عبارت ہے۔ ہمارے میں قانون اور آئین کی حکمرانی نے ابھی جزو ایمان کی شکل اختیار نہیں کی ہے، پھر بھی میں آپ کو یاد دلانا چاہوں گا کہ بحیثیت ممبر صوبائی اسمبلی ہم نے صدقِ دل اور خلوص نیت کے ساتھ ایک حلف اٹھایا تھا کہ ہم نہ صرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کو برقرار رکھیں گے بلکہ اس کا تحفظ اور دفاع بھی کریں گے۔ آج حکومت ایسی کارروائیاں کر رہی ہے اور طرزِ عمل اور رویہ اپنا رہی ہے کہ ہم اپنے حلف کے مطابق آئین کا دفاع کرنے میں رکاوٹ محسوس کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر آئینِ پاکستان کا آرٹیکل 25 اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ محض جنس کی بنیاد پر کسی کے ساتھ امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ مگر میڈیکل کالجوں میں داخلہ کے وقت طالبات کے ساتھ امتیازی سلوک برتا گیا ہے۔ آئین کا آرٹیکل 34 خواتین کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں مکمل شمولیت کو یقینی بنانے کے اقدامات کرنے کی تجویز پیش کرتا ہے مگر ہم نے زندگی کے تمام شعبوں میں خواتین کی شمولیت کو غیر یقینی بنا دیا ہے اسی طرح جنابِ والا! آئین کے آرٹیکل 37 (سی) فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کو عام طور پر ممکن الحصول بنانے کے لیے اور اعلیٰ تعلیمی قابلیت اور اہلیت کے بنیاد پر سب کے لیے قابلِ دسترس بنانے کے لیے حکم صادر کرتا ہے۔ مگر جنابِ سپیکر! ______

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزری ہے رقم کرتے رہیں گے[37]

26اکتوبر 1987ء، جناب فضل حسین راہی

نثار میں تری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

درج بالا شعر پڑھنے کے بعد جناب فضل حسین راہی نے زیرِ بحث مسودہ قانون پر اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک جمہوری اصول ہے کہ آپ جتنا زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کسی مشورہ میں شریک کریں گے تو اس سے آپ بہتر نتیجہ پر پہنچ سکیں گے۔ جنابِ والا! ضرورت اس امر کی تھی کہ ہم جو قانون بنا رہے ہیں ہم اس کو پیش کرنے سے پہلے عوام کے پاس بھیجتے ہم اسے مشتہر کرتے، ہم لوگوں کو بتاتے کہ یہ وہ مسودہ ہے جو پنجاب اسمبلی میں پیش ہونا ہے، اگر اس کے اندر آپ کوئی ترمیم چاہتے ہیں، آپ اس کو اگر Beautify کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ تو آپ ہمیں تجاویز دیجیے۔[38]

پنجاب اسمبلی میں فیض احمد فیض کے اشعار کا استعمال عوامی مسائل کو اجاگر کرنے اور سیاسی تقاریر میں جذباتی رنگ ڈالنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ ان کے اشعار میں ایک جذباتی اور انقلابی طاقت ہوتی ہے جو عوام کے جذبات کو بیدار کرتی ہے اور انھیں اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کی ترغیب دیتی ہے۔ ان اشعار کو اسمبلی میں پیش کر کے نہ صرف سیاسی منظر نامے پر اثر ڈالا جاتا ہے بلکہ ان کا مقصد عوام میں جمہوریت، حقوق اور انصاف کے بارے میں شعور بیدار کرنا بھی ہوتا ہے۔

فیض احمد فیض کی شاعری کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کے اشعار کا پیغام اتنا مضبوط اور واضح ہوتا ہے کہ وہ مختلف نسلوں اور طبقوں کے افراد کو متحرک کرتے ہیں۔ فیض کی شاعری میں انقلاب، امید اور انصاف کا پیغام ہر طبقے میں ایک نیا شعور بیدار کرتا ہے۔ ان کے اشعار کی یہ طاقت اسمبلی میں عوامی تقاریر کو زیادہ موثر اور دلگداز بناتی ہے۔ ان کی شاعری کا استعمال نہ صرف سیاسی تقاریر کو تقویت دیتا ہے بلکہ وہ ایک محنتی جدوجہد کی ضرورت کا بھی اظہار کرتی ہے تاکہ نظام میں موجود تضادات کو ختم کیا جاسکے۔

فیض احمد فیض کی شاعری کا استعمال پنجاب اسمبلی میں نہ صرف عوامی مسائل کو اجاگر کرنے کے لیے کیا جاتا ہے بلکہ اس کے ذریعے انقلابی، سماجی انصاف اور امید کے پیغامات کو بھی عوامی نمائندے پیش کرتے ہیں۔ فیض کی شاعری میں چھپے پیغامات کی گہرائی اور ان کے کلام کی طاقت نے پنجاب اسمبلی میں انقلابی تقاریر کو نیا رنگ دیا ہے۔ ان کے اشعار نہ صرف سیاسی منظر نامے کو متاثر کرتے ہیں بلکہ عوامی شعور بیدار کرنے کا ایک موثر ذریعہ بھی بنے ہیں۔ فیض کی شاعری آج بھی پاکستان اور دنیا بھر میں عوام کے حقوق اور جمہوریت کے دفاع میں ایک لازوال طاقت کی صورت میں موجود ہے۔

حوالہ جات

1۔ عبید اللہ خان، ڈاکٹر، تعارف: پنجاب اسمبلی میں شعر و شاعری، مرتبہ: ڈاکٹر محمد ارشد اویسی، لاہور: ضیاالقرآن پبلی کیشنز، 1999ء، ص:6-7
2۔ ابو الحسن نجمی، ڈاکٹر، اظہارِ خیال، پنجاب اسمبلی میں شعر و شاعری، ص:8-9
3۔ محمد حنیف رامے، اظہارِ خیال، پنجاب اسمبلی میں شعر و شاعری، ص:19
4۔ افتخار عارف، پیغام، پنجاب اسمبلی میں شعر و شاعری، ص:20
5۔ محمد آصف بھلی، پیغام، پنجاب اسمبلی میں شعر و شاعری، ص:22
6۔ مباحث پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی، 20۔مارچ 1953ء، ص:271-272
7۔ مباحث مغربی پاکستان لیجسلیٹو اسمبلی، 16۔مارچ 1957ء، ص:1675
8۔ مباحث مغربی پاکستان صوبائی اسمبلی، 23۔جون 1967ء، ص:6626
9۔ مباحث مغربی پاکستان صوبائی اسمبلی، 3۔نومبر 1967ء، ص:5550، 5541
10۔ مباحث مغربی پاکستان صوبائی اسمبلی، 22جون 1968ء، ص:9563-9564
11۔ مباحث پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی، 9دسمبر 1954ء، ص892-893
12۔ مباحث پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی، 16مارچ 1955ء، ص462-463
13۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب، 2فروری 1973ء، ص1780-1781
14۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب، 24فروری 1973ء، ص3253-3255
15۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب، 6جون 1973ء، ص255-256
16۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب، 18نومبر 1975ء، ص243
17۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب، 14اپریل 1976ء، ص1962-1964
18۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب، 15اکتوبر 1985ء، ص273، 267
19۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب، 23اکتوبر 1986ء، ص1405-1407
20۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب، 20اکتوبر 1987ء، ص2042-2046
21۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب، 25جنوری 1988ء، ص919-920

22۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،25جون1974ء،ص2837۔2838
23۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،19اپریل1976ء،ص2210۔2211
24۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،21جون1976ء،ص1296۔1297
25۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،22جون1977ء،ص290۔291
26۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،18فروری1986ء،ص188۔189
27۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،25فروری1986ء،ص623۔628
28۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،26فروری1986ء،ص738۔748
29۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،21مئی1986ء،ص456۔461
30۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،5جون1986ء،ص1519۔1520
31۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،31مارچ1987ء،ص851۔852
32۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،15جون1987ء،ص514۔517
33۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،18جون1987ء،ص706۔707
34۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،22جون1987ء،ص833
35۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،30جون1987ء،ص1491۔1494
36۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،15اکتوبر1987ء،ص1837۔1848
37۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،22اکتوبر1987ء،ص2205۔2211
38۔ مباحث صوبائی اسمبلی پنجاب،26اکتوبر1987ء،ص2459۔2460

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

* Ubaidullah Khan, Dr., *Taaruf: Punjab Assembly mein She‘r o Sha‘iri*, Murattib: Dr. Muhammad Arshad Owaisi, Lahore: Zia-ul-Quran Publications, 1999, p. 6–7.
* Abul Hasan Najmi, Dr., *Izhar-e-Khayal*, Punjab Assembly mein She‘r o Sha‘iri, p. 8–9.
* Muhammad Hanif Ramay, *Izhar-e-Khayal*, Punjab Assembly mein She‘r o Sha‘iri, p. 19.
* Iftikhar Arif, *Paigham*, Punjab Assembly mein She‘r o Sha‘iri, p. 20.
* Muhammad Asif Bhalli, *Paigham*, Punjab Assembly mein She‘r o Sha‘iri, p. 22.
* *Mubahis Punjab Legislative Assembly*, 20 March 1953, p. 271–272.
* *Mubahis Maghribi Pakistan Legislative Assembly*, 16 March 1957, p. 1675.
* *Mubahis Maghribi Pakistan Subai Assembly*, 23 June 1967, p. 6626.
* *Mubahis Maghribi Pakistan Subai Assembly*, 3 November 1967, p. 5541, 5550.
* *Mubahis Maghribi Pakistan Subai Assembly*, 22 June 1968, p. 9563–9564.
* *Mubahis Punjab Legislative Assembly*, 9 December 1954, p. 892–893.
* *Mubahis Punjab Legislative Assembly*, 16 March 1955, p. 462–463.
* *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 2 February 1973, p. 1780–1781.
* *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 24 February 1973, p. 3253–3255.
* *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 6 June 1973, p. 255–256.
* *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 18 November 1975, p. 243.
* *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 14 April 1976, p. 1962–1964.
* *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 15 October 1985, p. 267, 273.
* *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 23 October 1986, p. 1405–1407.
* *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 20 October 1987, p. 2042–2046.

- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 25 January 1988, p. 919–920.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 25 June 1974, p. 2837–2838.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 19 April 1976, p. 2210–2211.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 21 June 1976, p. 1296–1297.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 22 June 1977, p. 290–291.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 18 February 1986, p. 188–189.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 25 February 1986, p. 623–628.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 26 February 1986, p. 738–748.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 21 May 1986, p. 456–461.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 5 June 1986, p. 1519–1520.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 31 March 1987, p. 851–852.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 15 June 1987, p. 514–517.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 18 June 1987, p. 706–707.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 22 June 1987, p. 833.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 30 June 1987, p. 1491–1494.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 15 October 1987, p. 1837–1848.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 22 October 1987, p. 2205–2211.
- *Mubahis Subai Assembly Punjab*, 26 October 1987, p. 2459–2460.